نبی کریم ﷺ کے آسالیبِ تدریس اور معاصر تعلیمی نظام پر اس کے اثرات

Teaching Methodology of the Prophet Muhammad (S.A.W) & its Impacts on the Contemporary Education System

سعید الحق جدون[i] ڈاکٹر محمد طاہر[ii]

Abstract

In this world there have been many teachers who have accomplished their task of educating and building up the humanity. They taught in such a standardized way that it brought a revolutionary changes in minds and attitudes of learners. In this list, the Prophet of Islam (s.a.w) has a prestigious and exceptional place who, at a short period of 23 years, brought a tremendous revolution through his mild words and polite behavior. The people of that time, being farther from knowledge and civilization, followed the Prophet (s.a.w) gained knowledge and spread it out the worldwide. The question arises here that what were the techniques that did the Prophet (s.a.w) adopted to achieve this almost difficult target? By searching out the collection of ahadith, the point is picked that the Prophet (s.a.w) had effective and far reaching teaching skills which he utilized in conveyance of his message.It confirms that he was a skillful teacher and used to adopt the various types of methods. He was familiar with the psychology and mental approach of listeners. He used nearly all the methods that have been introduced so far. For a teacher it is necessary to have a sound knowledge about the various methods and tools of learning. This article which contains the teaching methodology of the Prophet (s.a.w) can assists him to make his teaching more affective.Similarly, the impacts of this methodology on the contemporary educational system have also been included.

Key Words: Prophet Muhammad (S.A.W), Teaching methods, Contemporary education system

i ایم فل سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

دنیا میں انسان کی تعلیم و تربیت کے لئے بڑے بڑے معلم پیدا ہوئے، جن کے مکاتب میں بہت سے لوگوں نے بیٹھ کر ادب و اخلاق کے وہ سبق حاصل کئے جو سینکڑوں اور ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی یاد رکھے جاتے ہیں۔ان تمام معلموں میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم اور مثالی معلم بن کر تشریف لائے تھے، ایسے معلم جن کی تربیت اور تعلیم سے صرف تیئس سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ صحرائے عرب کے وہ وحشی لوگ جو تہذیب و تمدن اور آداب انسانیت سے بالکل ناواقف تھے، وہ پوری دنیا میں علم و حکمت کے چراغ روشن کرنے پر مامور ہوئے۔ جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے، جہاں ہر طرف قتل و غارتگری اور بدامنی کی آگ بھڑک رہی تھی، وہاں امن و امان کی فضاء پیدا ہوئی، جہاں ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا، وہاں عدل و انصاف کا بول بالا ہوا، جہاں بت پرستی کا چرچا تھا، وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگا۔

اس حیرت انگیز انقلاب اور اس کے برق رفتار اثرات کو دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے اور عقل انسانی سراپا سوال بن جاتی ہے، کہ وہ تکنیک کیا تھی جس کی وجہ سے، بہت کم وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے عرب کی کایا پلٹ کر کے رکھ دی؟ وہ کون سے اسالیب تھے جس کی بنا پر عرب کے کونے کونے میں تعلیم و تعلم کے چراغ روشن ہوئے؟ احادیث نبوی ﷺ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موثر طریقہ تدریس اور بہترین انداز تعلیم و تربیت تھا، جس کی وجہ سے دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ اگر آج ہم دنیا میں انقلاب برپا کرنے کے متقاضی ہیں، تو ہمیں بھی تعلیم و تربیت اور طریقہ ہائے تدریس میں وہی انداز اور طریقہ اختیار کرنا ہوگا، جو سرکار دو جہان ﷺ نے اختیار فرمایا اور دنیا کو اس کا سو فیصد نتیجہ دکھایا۔

احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ایک بات کو صحابہ کرامؓ کے سامنے مختلف شکلوں میں پیش فرماتے تھے، کبھی سائل کی صورت میں تو کبھی جواب دینے والے کی صورت میں، سوال کرنے والے کو کبھی سوال کے مطابق جواب دیتے تو کبھی سوال سے زیادہ جواب دیتے، کبھی مثال دیتے تو کبھی نقشہ بناتے، کبھی تشبیہ اور تصریح سے سمجھاتے تو کبھی ابہام اور تلمیح سے، بہر حال آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو سمجھانے کے لئے بے شمار طریقے استعمال فرماتے تھے۔

استاد کے لئے اصول تدریس سے واقفیت نہایت ضروری ہے اگر اساتذہ اصول تدریس کو اختیار کرتے ہوئے نصاب پڑھائے تو اس سے طلباء کا معیار بلند ہوگا، ان کی علمی صلاحیتیں زیادہ ہوں گی، لیکن اگر مدرس اصول تدریس سے واقف ہو اور نہ اپنے فن پر عبور ہو تو یہ استاد طالب علم کی علمی ہلاکت کا باعث بنتا ہے، عالم عرب کے مشہور مفکر علامہ یوسف قرضاوی اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کئی مدارس اور جامعات میں آپ بہتر نصاب ضرور پائیں گے لیکن اچھا استاد آپ کو نہیں ملے گا اگر کوئی علمی نقطہ نظر سے بہتر بھی ہو تاہم ایمانی قوت ور ہنمائی کے لحاظ سے وہ مردہ دل ہوگا، یہاں قطر میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم نے اسلامی علوم میں موضع کے لحاظ سے بڑی عمدہ کتابیں لکھیں، تاہم ان کتابوں کو ایسا استاد میسر نہیں آیا جو انہیں تروتازگی کے ساتھ زندہ جاوید طلبہ تک منتقل کرسکے بلکہ ہمیں تو ایسے مردہ دل اساتذہ ملے جنہوں نے زندہ موضوعات کو مردہ بنادیا اور جمود و حرارت پر افسردگی طاری کردی جس نے بڑھتی ہوئی چنگاریوں کو خاکستر بنادیا[1]۔"

طالب علم میں استعداد پیدا کرنے کیلئے تدریسی انداز سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اصول و اسالیب تدریس پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے کتابیں اور مفید مقالات لکھے ہیں، مسلمان کیا غیر مسلموں نے بھی اس میدان میں کافی کام کیا ہے، لیکن اگر انصاف کے ساتھ اس میدان میں کئے گئے قدیم و جدید کام کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان ماہرین کے وضع کردہ اسالیب تدریس قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں، ایک معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصول تدریس کا مطالعہ کرے جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کئے، ذیل میں یہی اصول تحقیقی انداز میں ذکر کئے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ جدید تعلیمی نظام پر ان کے اثرات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ معاصر تعلیمی نظام سے مراد پاکستان میں تین قسم کے تعلیمی اداروں (حکومتی و نجی تعلیمی ادارے اور دینی مدارس) میں رائج تعلیمی نظام ہے۔ آخر میں خلاصہ بحث کے عنوان کے تحت اس مضمون کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے۔

1. استاد آئیڈیل شخصیت ہو

استاد شاگرد کے لئے نمونہ ہوتا ہے، شاگرد ہمیشہ استاد سے فکر و عمل اخذ کرتا ہے، اس وجہ سے قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کیلئے اسوہ حسنہ (بہترین نمونہ) قرار دیا ہے[2]، آپ ﷺ نے وشیمہ کو دعوت اسلام دینے کیلئے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انہوں نے تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

إنه لا يأمر بخير الا كان أول آخذ به ولا ينهى عن شر إلا كان أول تارك له[3]

" نیکی کا حکم نہیں دیتے مگر پہلے اس پر خود عمل پیرا ہوتے تھے، اور شر سے منع نہیں فرماتے مگر خود پہلے منع ہوتے تھے۔"

اس اصول کو اگر جدید تعلیمی نظام میں لازم قرار دیا جائے تو اس کے بہت مفید نتائج نکلیں گے جیسا کہ آپ ﷺ کی تدریس کے ثمرات تھے۔

2. تدریس کے لئے مناسب جگہ

تدریس کے لئے مناسب جگہ ہونا ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے زیادہ تر درس مسجد میں دیا، اگرچہ بعض مواقع یا

سفر کے حالات میں مسجد سے باہر بھی درس دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے:

أن رجلا، قام في المسجد، فقال: يا رسول الله، من أين تأمرنا أن نهل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يهل أهل المدينة من ذي الحليفة، ويهل أهل الشأم من الجحفة، ويهل أهل نجد من قرن[4]»

"ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، شام والے جحفہ سے اور نجد کے لوگ قرن سے"

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تعلیم دیتے تھے، امام بخاریؒ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے: باب ذكر العلم والفتيا في المسجد یعنی" مسجد میں علم وفتوی کے متعلق باب" علامہ ابن حجر نے اس باب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

أي إلقاء العلم والفتيا في المسجد وأشار بهذه الترجمة إلى الرد على من توقف فيه لما يقع في المباحثة من رفع الأصوات فنبه على الجواز[5]

"مسجد میں تعلیم اور فتوی دینا جائز ہے، انھوں نے اس عنوان کے ساتھ ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو بحث و تمحیص کے دوران آواز کے اونچا ہونے کے خدشے کے پیش نظر اس کے جواز میں تردد کرتے ہیں، اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ جائز ہے۔"

اس اصول سے یہ بات معلوم ہوئی کہ درس کے لیے مناسب جگہ کا اہتمام ضروری ہے، جہاں پر شور شرابا اور پریشانی نہ ہو، تاکہ طلباء ارام و سکون سے استاد کی بات سنیں۔

3. مخاطب کو قریب کرنا

نبی کریم ﷺ کا تدریسی منہج یہ تھا کہ جو صحابہؓ دور تھے ان کو قریب کرنے کی ترغیب دیتے تھے، اس طریقے کے مطابق اگر استاد کمزور آواز سے درس دے یا کسی طالب علم سے کوئی سوال پوچھے تو استاد اور شاگرد دونوں کے لئے آسانی کا باعث ہے، آپ ﷺ خطبہ میں سیکھنے اور سکھانے کا عمل جاری رکھتے، دورانِ خطبہ حضرات صحابہ کرامؓ کو قریب لانے کا حکم فرماتے تھے۔

4. درس سے پہلے طلبہ کو خاموش کرانا

تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق بہترین مدرس وہ ہے جو طلبہ کو درس سے پہلے خاموش کرالے، امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: باب الإنصات للعلماء یعنی علماء کی بات خاموشی سے سننے کے متعلق باب، عرفات کے میدان میں نبی کریم ﷺ نے خطبہ شروع کرنے سے پہلے فرمایا:

يا بلال أنصت لي الناس[6]

"اے بلال لوگوں کو میرے لئے خاموش کرواؤ۔"

حضرت بلالؓ اٹھے اور کہا:

أنصتوا لرسول الله صلى الله عليه و سلم [7]

"رسول اللہ ﷺ کے لیے چپ ہو جاؤ، جب لوگ خاموش ہوئے تو خطبہ شروع کیا۔"

خاموشی میں استاد کی ہر بات طلباء کی گوش گزار ہوتی ہے جب کہ شور شرابہ میں کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ تعلیم و تربیت کے اس نبوی اسلوب پر آج کل دینی مدارس میں خوب عمل ہوتا ہے۔

5. مخاطب کی زبان میں گفتگو

نبی کریم ﷺ کی تدریس کا ایک اہم پہلو یہ ہے، کہ آپ مخاطب کی بولی اور اس کے لہجے میں بات کرتے تھے، آپ ﷺ نے اشعریوں کی مجلس میں اپنا لہجہ چھوڑ کر اُن کے لہجے کے مطابق بات کرتے ہوئے فرمایا:

ليس من أمبر أمصيام في أمسفر [8]

"سفر میں روزے رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔"

اشعریوں کی لغت میں لام کو میم میں تبدیل کیا جاتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے لام کو میم میں تبدیل کر کے ان کی فہم اور سمجھ کے لئے ان کا لہجہ استعمال کیا۔ اس اصول کو عملی شکل میں لانے کے بہت دور س نتائج نکلتے ہیں۔ کیونکہ طلباء استاد کی بات جلدی سمجھ جاتے ہیں اور مطلب اخذ کرتے ہیں، جب کہ غیر کی زبان میں تعلیم کے فوائد زیادہ محنت طلب ہوتے ہیں۔ عصری نظامِ تعلیم میں اگر اس اصول کو رائج کیا جائے تو اچھا ہوگا۔ اموی دورِ حکومت میں اسی اصول پر عمل کر کے سائنس اور طب کی کتابوں کو لاطینی زبان سے عربی میں ترجمہ کرا کے لوگوں کو پڑھائے جاتے تھے۔ یہ نہیں کہ سارے لوگوں کو لاطینی زبان سیکھنے کا کہا گیا۔

6. تدریس میں مکالمے کا اہتمام

احادیث میں تدریس کے دوران سوال کرنے کا بہت اہتمام کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی دینی و دنیوی تعلیم، ان کے عقائد کی تصحیح اور دیگر معاملات کی درستگی کے لئے مکالماتی طریقہ تدریس کو عملاً اختیار کیا، اس کی مثال وہ مکالمہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کے درمیان ہوا، اس حدیث کو محدثین "حدیث جبرائیل" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس میں جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں پوچھا،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام سوالات کے جوابات دیئے پھر پوچھا: قیامت کب قائم ہو گی؟ اور اس کی کونسی نشانیاں ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جوابات دیئے پھر فرمایا:

ذاك جبريل جاء ليعلم الناس دينهم [9]

"یہ جبرائیل تھے (انسانی صورت میں) لوگوں کو دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔"

اس حدیث کا آخری جملہ ہے «ذاك جبريل جاء ليعلم الناس دينهم » گویا جبرائیل علیہ السلام اس طریقہ پر لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے آئے تھے، کا مقصود یہی ہے کہ اساتذہ طلبہ کے سامنے مکالمے کا اہتمام کریں تاکہ وہ (طلباء) سبق کے مختلف گوشوں اور ان پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات سے آگاہ ہو جائیں۔ جدید تعلیمی نظام میں یہ طریقہ رائج ہے اور اس کے نتائج مفید ہیں۔

7. امثال سے طلبہ کو سمجھانا

نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو مثالوں سے سمجھاتے تھے، جس کی کئی مثالیں ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أرأيتم لو أن نهرا بباب أحدكم يغتسل فيه كل يوم خمس مرات، هل يبقى من درنه شيء؟» قالوا: لا يبقى من درنه شيء، قال: «فذلك مثل الصلوات الخمس، يمحو الله بهن الخطايا [10]

"کیا اگر کسی کے گھر کے دروازے کے سامنے نہر ہو، اور وہ دن کو پانچ دفعہ اس میں نہلاتا ہو تو اس پر کوئی میل رہ جائے گا؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ پانچ وقتہ نماز پڑھنے والے کی مثال ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے۔"

جدید تعلیمی نظام میں یہ اصول بھی زیر عمل ہے۔ اگر ایک طرف تھیوری پڑھائی جاتی ہے تو دوسری طرف اس کے پریکٹیکل بھی کئے جاتے ہیں۔

8. طلبہ سے بطور آزمائش پوچھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے بطور آزمائش مختلف سوالات پوچھتے تھے تاکہ ان کی علمی صلاحیت کا اندازہ لگ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اچھا مجھ کو بتلادو، وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کی مانند ہے جس کے پتے نہیں گرتے، ہر وقت میوہ دیتا ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے دل میں آیا وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں نے دیکھا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے جواب نہیں دیا تو مجھ کو ان بزرگوں کے سامنے کلام کرنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔ جب ان لوگوں نے کچھ جواب نہیں دیا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ جب ہم اس مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: باباجان! اللہ کی قسم! میرے دل میں آیا تھا کہ میں کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو نے کہہ کیوں نہ دیا؟ میں نے کہا: آپ لوگوں نے کوئی بات نہیں کی میں نے آگے بڑھ کر بات کرنا مناسب نہ جانا۔ انہوں نے کہا: واہ! اگر تو اس وقت کہہ دیتا تو مجھ کو اتنے اتنے (لال لال اونٹ کا) مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی [11]۔

معلومات کے حوالے سے اس اصول پر عمل کرنا بہت فائدہ دیتا ہے، اگرچہ جدید تعلیمی نظام میں یہ اصول بھی عمل پذیر ہے اور امتحانات میں Viva Voce کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مگر زیادہ زور تحریری امتحان پر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ تحریری امتحان کے برابر تقریری امتحان کا بھی اہتمام ہو، تو اس کے فوائد زیادہ بہتر نکلیں گے۔

9. طلبہ کو اشاروں سے سمجھانا

نبی کریم ﷺ بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو اشاروں سے سمجھاتے تھے، یتیم کی کفالت کی فضیلت اور اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے مٹھی بند کر کے دو انگلیاں اٹھائیں اور فرمایا:

أنا و كافل اليتيم كهاتين في الجنة هكذا و أشار بالسبابة و الوسطى [12]

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح قریب ہوں گے، جس طرح سبابہ اور درمیانی انگلی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔"

10. تدریس میں متعلقہ مبحث کے بارے میں سوال

بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے خود فرماتے کہ کچھ پوچھ لیں، جیسا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

«سلوني»، فهابوه أن يسألوه، فجاء رجل، فجلس عند ركبتيه، فقال: يا رسول الله، ما الإسلام؟ قال: «لا تشرك بالله شيئا، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان»، قال: صدقت [13]

اس طرح صحابہ کرامؓ کو جب کوئی مشکل پیش آتی، یا کسی بات میں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ آپ ﷺ سے پوچھتے، آپؐ اس کی وضاحت فرماتے، اس بات کی تائید میں ایک حدیث بطور مثال پیش کی جاتی ہے:

نصر أخاك ظالما أو مظلوما» قالوا: يا رسول الله، هذا ننصره مظلوما، فكيف ننصره ظالما؟ قال: «تأخذ فوق يديه [14]

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو (یہی اس کی مدد ہے)۔"

دورانِ تدریس یا درس کے آخر میں سوال وجواب کا اہتمام ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ ؑ فرماتے تھے، اس سے ایک تو طلباء میں پوچھنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف سبق میں پیش آنے والے اشکالات کا ازالہ بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا دورِ حاضر کے تعلیمی نظام میں یہ بات لازم کرنی چاہیئے کہ استاد شاگرد کے سوال پر غصہ نہ کرے، بلکہ شاگردوں کو سوال کرنے پر ابھاریں اور سوال کرنے والوں کی حوصلہ شکنی نہیں بلکہ حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

11. تدریس میں طلبہ کی نفسیات کو مد نظر رکھنا

ایک معلم کو طلبہ کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے سبق پڑھانا ضروری ہے، نبی کریم ﷺ مخاطب کے نفسیات کا خیال رکھتے تھے، اور مخاطب کے ذہنی استعداد کے مطابق بات کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میری بیوی نے سیاہ بچہ جنم دیا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"هل لك من إبل"؟ قال: نعم. قال: "فما ألوانها"؟ قال: حمر. قال: "هل فيها من أورق"؟ قال: إن فيها ورقا، قال: "فأنى أتاه ذلك"؟ قال: عسى أن يكون نزعه عرق، قال: "وهذا عسى أن يكون نزعه عرق[15]"

"کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا: ان کے رنگ کیا ہیں؟ اس نے کہا سرخ، آپ ﷺ نے پوچھا ان میں سیاہی مائل بھی ہے، اس نے کہا سیاہی مائل بھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خیال ہے کہ وہ کہاں سے آگیا؟ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! اصل نسب میں کہیں ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی کہیں اصل نسب کا ہی اثر ہوگا۔"

12. طلبہ کو عملی انداز سے تعلیم دینا

رسول اللہ ﷺ کے طریقہ تعلیم میں ایک خصوصیت یہ تھی، کہ جو چیزیں محض زبانی طور پر سمجھانے سے سمجھ میں نہ آئیں، تو وہ عملی طور پر سمجھانے کی کوشش کرتے تھے، نبی کریم ﷺ سے نماز کی آدائیگی کا طریقہ پوچھا گیا تو آپ نے پوری نماز ادا کر کے سکھائی اور پھر فرمایا؛

صلوا كما رأيتموني أصلي[16]

اسی طرح بچوں کو کھانے کی عملی تربیت دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ سے فرمایا:

يا غلام، سم الله، وكل بيمينك، وكل مما يليك[17]»

"بچے بسم اللہ بڑھ کر اور اپنے دائیں ہاتھ اور سامنے سے کھا۔"

13. معلم کو طلبہ کی آسانی ملحوظ رکھنی چاہیے

نبی کریم ﷺ کے طریقہ تدریس کی ایک خصوصیت یہ تھی، کہ آپ صحابہ کرام کے لئے آسانی پیدا کرتے تھے، آپ ﷺ سختی کو ناپسند اور نرمی و شفقت کو پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إن الله عز وجل لم يبعثني معنفا، ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا[18]

"یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر سختی کرنے والا عیب چین بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ مجھے آسانی والا معلم بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

14. مشکل مسائل سے اجتناب

تدریس میں مشکل مسائل میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ آسان سے آسان تر طریقے کے مطابق تدریس کرنی چاہیئے، طلبہ کو ان کی حیثیت کے مطابق پڑھانا چاہیئے، آپ ﷺ نے مشکل مسائل میں پڑنے سے منع فرمایا ہے، معاویہ بن ابی سفیانؓ سے روایت ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الأغلوطات[19]

"رسول اللہ ﷺ نے مشکل مسائل میں پڑھنے سے منع فرمایا۔"

15. طلبہ کی تنبیہ کے لئے معمولی سزا کا اہتمام

نبی کریم ﷺ تعلیم و تربیت کے دوران بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو سزا بھی دیتے تھے، حضرت ام الفضل بن عباس فرماتی ہے:

دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على عمه وهو شاك يتمنى الموت للذي هو فيه من مرضه فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده على صدر العباس[20]

"نبی کریم ﷺ اپنے بیمار چچا کے پاس تشریف لائے وہ اپنی بیماری کی بنا پر موت کی تمنا کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عباس کے سینے پر ضرب لگائی۔"

نبی کریم ﷺ نے جن دس باتوں کی وصیت کی اس میں اہل و عیال کے بارے میں ایک وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

ولا ترفع عنهم عصاك أدبا [21]

"اور ان سے ادب کی وجہ سے لاٹھی نہ اٹھاو۔"

طلباء کو کنٹرول کرنے اور تعلیمی ماحول کو پر سکون بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سزا کا تصور اور عملی نفاذ ہو یہ سزا مالی بھی ہو سکتی ہے اور معمولی بدنی و روحانی بھی۔ مالی سزامیں جرمانوں کا اجراء موثر عمل ثابت ہوتا ہے، روحانی سزامیں استاد کا شاگرد کو تھوڑا غصہ کرنا اور خفگی کا اظہار کرنا شامل ہیں۔ جب کہ معمولی بدنی سزامیں شاگرد کی عمر اور ماحول کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ بسا اوقات بدنی سزا شاگرد کو فائدہ دینے کی بجائے، نقصان دہ ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کے اس اصول تدریس کو عصری نظام میں نافذ

کرنے کے ثمرات اچھے نکلیں گے۔

16. اندازِ تدریس

نبی کریم ﷺ کے پڑھانے کا انداز بھی بہت دلچسپ تھا، آپ ﷺ ہر بات واضح انداز میں بیان فرماتے تاکہ طلبہ آسانی سے سمجھ سکیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

كان يتكلم بكلام يبين، فصل، يحفظه من جلس إليه[22].

"آپ ﷺ کی ہر بات واضح صاف اور سیدھی ہوتی تاکہ سامع یاد کرے۔"

اس طرح بات کی اہمیت کے پیش نظر بعض اوقات نبی کریم ﷺ ایک بات کو تین بار دہراتے تھے، یا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ غبی طلبہ کا خیال رکھتے تھے، کہ وہ بھی سمجھ لیں، حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ کے عمل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان يعيد الكلمة ثلاثا لتعقل عنه [23]

"بعض باتوں کو تین تین دفعہ دہراتے تاکہ یاد ہو جائے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ مشکل الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال سے عموماً اجتناب کرتے اور آسانی، سلیس اور واضح الفاظ میں بات کرتے تھے۔ کبھی بات کو دہراتے بھی تھے۔ اس اصول کا اجراء عصری نظامِ تعلیم میں بہت ضروری ہے۔ کیونکہ آج کل تو استاد ہزار ہوتا ہے۔ تدریس ایک زبان میں کرتا ہے مگر الفاظ و اصطلاحات دوسری زبانوں کا استعمال کرتا ہے۔

17. طلبہ کی غلطیوں کا اصلاح کرنا

نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کی اصلاح فرماتے تھے، روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد کی دیوار پر تھوکا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تھوک صاف کیا اور اصلاح کرتے ہوئے فرمایا:

إذا تنخم أحدكم، فلا يتنخمن قبل وجهه، ولا عن يمينه، وليبصق عن يساره أو تحت قدمه[24]

"جب تم میں سے کوئی تھوکتا ہے تو قبلہ کی طرف اور دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہیے، مجبوری ہو تو بائیں اور نیچے تھوک لے۔"

اس سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ استاد کو شاگرد کی اخلاقی، دینی اور تعلیمی غلطیوں کی اصلاح کرنی چاہیئے اور شاگرد کی غلطی پر چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ معاصر تعلیمی نظام میں تدریس کا یہ نبوی اسلوب کچھ کم دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا اس کو اگر صحیح معنوں میں رائج کیا گیا تو اس کے بہت مفید ثمرات نکلیں گے۔

18. تدریس بذریعہ نقشہ یا چارٹ

رسول اللہ ﷺ نے تعلیم وتدریس میں نقشے کا استعمال کیا ہے، آپ ﷺ نے زمین پر لکیریں کھینچ کر ہدایت و گمراہی کے راستوں کی نشاندہی کی[25]۔ لمبی امیدوں کی مثال کے لئے نبی کریم ﷺ نے لکڑیاں گاڑ کر سمجھانے کی کوشش کی، حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

أن النبي صلى الله عليه وسلم غرز عودا بين يديه، وآخر إلى جنبه، وآخر أبعد، فقال: «أتدرون ما هذا؟» قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: «هذا الإنسان، وهذا الأجل أراه قال وهذا الأمل، فيتعاطى الأمل فلحقه الأجل دون الأمل[26]»

"نبی کریم ﷺ نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری اس سے زیادہ دور پھر فرمایا کی تم جانتے ہو یہ کیا ہے، انھوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ موت ہے، میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ آرزو ہے اور وہ آرزو پانے کی کوشش میں ہے، لیکن آرزو سے پہلے ہی موت اس کو آپہنچتی ہے۔"

اس طرح ایک دفعہ آپ ﷺ نے انگلیوں کے ذریعہ یتیم کی کفالت کرنے والے کے مقام کی نشاندہی کی اور فرمایا:

«أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا»، وأشار بالسبابة والوسطى [27]۔

"میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا ایسے ہوں گے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔"

19. تھوڑا تھوڑا سبق پڑھانا

نبی کریم ﷺ کے احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو تھوڑی تھوڑی تعلیم دیتے تھے اور جب صحابہ کرامؓ کو کہیں درس وتدریس کے لئے بھیج دیتے تھے تو یہی نصیحت فرماتے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو نصیحت کی کہ تھوڑی تھوڑی تعلیم دیں، یعنی پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں اگر وہ یہ جان لیں تو پھر پانچ وقتہ نماز کی تلقین کریں، جب وہ اس کو کرلیں، پھر ان کو زکوۃ کا حکم دیں[28]۔

20. طلبہ کے استعداد کا خیال رکھنا

نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے استعداد کا لحاظ رکھتے تھے، ایک دفعہ ایک نوجوان نے روزہ میں بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے منع کردیا۔ لیکن ایک بوڑھے نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس لئے کہ بوڑھا جذبات پر کنٹرول کرسکتا ہے جبکہ جوان نہیں۔ اس اصول کا یہ مطلب ہے کہ استاد کو مقتضی الحال کے مطابق بات کرنی چاہیئے یعنی موقع اور محل کے مطابق بات کرنا استاد کے لیے ایک ضروری امر ہے۔ لہٰذا استاد جس درجہ کے طلباء کو پڑھاتا ہو تو اس کی تدریس اسی درجہ کے مطابق ہو۔ یہ نہیں کہ بی ایس (BS) اور پی ایچ ڈی کے طلباء کو ایک ہی انداز سے تدریس ہو۔

21. طلبہ کو خوشخط لکھنے کی ترغیب دینا

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو لکھنے کی ترغیب دیتے تھے، آپ ﷺ نے زید بن ثابت کو عبرانی لکھنے اور پڑھنے کا حکم دیا، انہوں نے اس پر عمل کیا، تاکہ یہود سے خط وکتابت کی جاسکے، اسیران بدر سے بطور فدیہ دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھوایا۔ آپ ﷺ نے لکھنے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

إذا كتب أحدكم كتابا فليتربه فإنه أنجح للحاجة [29]"

"جب کوئی لکھے تو مٹی ڈال کر لکھی ہوئی سیاہی تختی پر سے خشک کرلے تاکہ سیاہی نہ مٹے۔"

اس طرح لکھتے وقت اکثر بندہ سے قلم گم ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ضع القلم على أذنك فإنه أذكر للمملي [30]

"قلم کو کان پر رکھ لیا کرو کیونکہ یہ املا کرنے والے کو یاد رہتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے اس تدریسی اسلوب پر آج کل دینی مدارس اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں خوب عمل ہوتا ہے اور وہاں طلباء کو خوشخط لکھنے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے جب کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں اس پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔

22. زائد معلومات کی فراہمی

رسول اللہ ﷺ کے طریقہ تدریس کی یہ خصوصیت تھی، کہ آپ صحابہ کرامؓ کے سوالات کے جوابات میں اضافی معلومات بھی فراہم کرتے تھے، مثلاً ایک صحابی نے آپ ﷺ سے سمندری پانی سے وضو کا جواز معلوم کیا آپ نے جواب میں فرمایا:

"هو الحل ميتته الطهور ماؤه [31] یعنی پانی کے ساتھ اس کی مچھلی بھی حلال ہے ایک صحابی نے سوال کیا قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: ما أعددت لها؟ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: احب الله ورسوله، تو آپ ﷺ نے فرمایا: فأنت مع من أحببت [32]. تم اس کے ساتھ ہوگے جس کے ساتھ محبت ہو۔"

گویا نبی کریم ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ پہلے اس کیلئے کوئی تیاری کرلو اور پھر انتظار کرو۔

23. مناسب مواقع پر ضرب الامثال کا استعمال

نبی کریم ﷺ موقع کی مناسبت سے ضرب الامثال استعمال فرماتے تھے، تاکہ صحابہ کرامؓ آسانی سے سمجھ سکیں، آپ نے نسلی و علاقائی تعصب کی بنا پر اپنی قوم کی ناحق حمایت کرنے والے شخص کے برے انجام کو گڑھے میں پڑے ہوئے اونٹ کی مثال سے سمجھا کر فرمایا:

من نصر قومه على غير الحق، فهو كالبعير الذي ردي، فهو ينزع بذنبه [33]

"جو شخص اپنی قوم کی ناحق حمایت کرتا ہے، وہ اس اونٹ کی طرح ہے، جو کسی کنوئیں میں گر گیا ہو اور اس کو دم سے پکڑ کر نکالا جا رہا ہو۔"

24. خواتین کی تدریس اور جوابات میں ان کا خصوصی خیال رکھنا

نبی کریم ﷺ کے تدریسی اصول میں سے خواتین اور بچیوں کیلئے چند خصوصی اصول بھی معلوم ہوتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ایک روز راستہ میں ایک ایسی عورت ملی جو آپ ﷺ سے کہنے لگی مجھے آپ سے کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو جہاں چل کر بات کرنا پسند کرو میں تیار ہوں، وہ دور لے گئی:

فجلست فجلس النبي ﷺ إليها حتى قضت حاجتها لم يذكر ابن عيسى حتى قضت حاجتها[34]

آپ ﷺ نے بیٹھ کر پوری بات سنی پھر واپس آئے اس لئے کہ ممکن تھا وہ شرم کی وجہ سے وہ بات عام لوگوں کے سامنے نہ کرنا چاہتی ہو، لہذا استاد کو خواتین کا لحاظ کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ سے حیاء کی وجہ سے بہت سے سوالات پوچھنا مشکل ہوتا تھا لہذا آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنا لكم مثل الوالد أعلمكم[35]

"میں تمہارے والد کی طرح ہوں میں آپ کو سکھاتا ہوں۔ "

خواتین آپ ﷺ کی نصف امت ہے۔ آپ نے جس طرح مردوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا تو اسی طرح خواتین کا بھی خیال رکھا۔ ان کے لیے الگ اوقاتِ درس بھی مقرر کیے۔ اسی طرح زندگی کے تمام امور میں ان کا خیال رکھا۔ معاصر تعلیمی نظام میں مردوں کی طرح خواتین کی تعلیم و تربیت میں بھی آپ ﷺ کے اسلوب تعلیم سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ خواتین کے لیے ممکن حد تک تعلیم و تربیت کا اہتمام ہو اور اگر الگ ممکن نہیں تو پھر مخلوط تعلیم میں ان کے شرعی پردے کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی تعلیم و تربیت کا بھرپور خیال رکھا۔ بلا امتیاز قومیت و جنس ہر طبقہ کی رعایت برتی اور ان کو دینی علوم سے متعارف کروانے کے لیے متعدد اسالیب اپنائے۔ ان کو سوال و استفسار کا خصوصی موقع دیا نیز ان کی نفساتی، سماجی، معاشی اور تربیتی مسائل کو حل فرمایا۔ آپ ﷺ کا اختیار کردہ مناہجِ تعلیم و تدریس بلاشبہ اس دور کا ایک گہرا علمی دستاویز ہے، جس کو اپنا کر تعلیمی اداروں میں مثبت اور تعمیری انقلاب ملائی جاسکتی ہے۔ زندگی کی دوسری قدروں کی طرح آپ ﷺ کی شخصیت تعلیمی میدان میں بھی قابل تقلید شخصیت ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1　یوسف القرضاوی، قیمۃ الأمۃ السلامیۃ بن الامم 42:، دار الکتاب العربی -بیروت، (س-ن)
2　سورۃ الأحزاب 33: 21
3　أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإصابۃ في تمییز الصحابہ 1: 538، دار الجیل بیروت، 1412ھ
4　امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد، حدیث (133)
5　أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، 1: 230، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ
6　المنذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترہیب، کتاب الحج الترغیب فی الحج والعمرۃ، حدیث (1796) دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
7　نفس صدر
8　امام شافعی، ابو عبداللہ محمد بن ادریس، المسند (مسند الشافعی) ومن کتاب اختلاف الحدیث وترک المعاد منہا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1400ھ
9　ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، ذکر الخبر الدال علی أن الإیمان، والإسلام اسمان بمعنی واحد، حدیث (159) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1408ھ/1988ء
10　امام مسلم، ابو عبداللہ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب فضل الصلوات الخمس، حدیث (283) دار احیاء التراث العربی، بیروت (س-ن)
11　صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث (4698)
12　بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الإیمان، باب في رحم الصغیر وتوقیر الکبیر، حدیث (11026) مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ہند، 1423ھ/ 2003ء
13　صحیح مسلم، باب الإسلام ماھو وبیان خصالہ، حدیث (5)
14　صحیح البخاری، باب: أعن أخاک ظالما أو مظلوما، حدیث (2444)
15　صحیح ابن حبان، باب ثبوت النسب وماجاء في القائف، حدیث (4106)
16　امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن إسماعیل البخاري، الأدب المفرد: 112، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، 1998ء
17　صحیح البخاری، باب التسمیۃ علی الطعام والأکل بالیمین، حدیث (5376)
18　الاسفرایینی، ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، مستخرج أبي عوانۃ، باب الدلیل علی أن الرجل إذا حلف أن لا یأتي امرأتہ شہرا الایسمی مولیا، حدیث (4587) الجامعۃ الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، 1435ھ/ 2014ء
19　الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مرویات معاویہ، حدیث (913) مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ، 1415ھ/ 1995ء
20　الموصلی، ابو علی احمد بن علی، مسند أبي یعلی، حدیث أم الفضل بنت الحارث، حدیث (7076) دار المامون للتراث، دمشق، 1404ھ/ 1984ء

21　الترغیب والترہیب، باب الترغیب فی الاذان، حدیث(819)

22　امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، باب في كلام النبي صلى الله عليه وسلم، حدیث(3639) مصطفی البابی الحلبی، مصر (س۔ن)

23　محمد ناصر الدین الألباني، صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ: 913، المکتب الإسلامی (س۔ن)

24　الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان، سنن الدارمی، باب كراهية البزاق في المسجد، حدیث(1438) دار المغنی للنشر والتوزیع، سعودی عرب، 1412ھ/ 2000ء

25　امام نسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبری ، کتَابُ الرَّقَائِق، حدیث (11764) مطبع و سن اشاعت نامعلوم

26　امام بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، شرح السنۃ، باب طول الأمل والحرص، حدیث(4091) المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، 1403ھ/ 1983ء

27　صحیح ابن حبان، ذکر ایجاب دخول الجنۃ للمتكفل الأيتام، حدیث(460)

28　صحیح مسلم، باب الدعاء إلی الشهادتین وشرائع الإسلام، حدیث(31)

29　سنن الترمذي، باب ماجاء في تتریب الکتاب، حدیث(2713)

30　ایضا

31　الصنعانی، ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام، مصنف عبدالرزاق ، باب الحیتان، حدیث (8656) المکتب الاسلامی، بیروت، 1403ھ

32　ابن بزار، ابو بکر احمد بن عمرو، مسند البزار (البحر الزخار) مسند أبي حمزة أنس بن مالک، حدیث (6220) مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، 2009ء

33　امام ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن أبي داود، باب في العصبية، حدیث(5117) مکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت (س۔ن)

34　سنن أبي داود، باب في الجلوس في الطرقات، حدیث(4818)

35　مسند الحمیدي، أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه، حدیث(1018)